1

مضافاتِ قادیان میں تبلیغی جدوجہد

(فرمودہ 10 جنوری 1947ء)

تشہد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مَیں نے جماعت کو عموماً اور جماعت قادیان کو خصوصاً تبلیغ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس وقت تبلیغ کے لئے کوئی ایسی تنظیم نہیں کی گئی جس سے مفید نتائج نکل سکیں۔ مَیں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر صحیح طور پر یہ کام کیا جاتا تو اس کے بہتر نتائج نکل سکتے تھے۔ دنیا میں بہت سے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ ممکن بات وہ ہے جو فوراً ہو جائے اور جو فوراً نہ ہو سکے وہ ممکن نہیں۔ حالانکہ جو چیزیں بالکل ممکن ہوتی ہیں وہ بھی ایک وقت چاہتی ہیں۔

غیر مانوس خیالات اور ایسے علوم جن سے لوگ مانوس نہیں ہوتے وہ آہستہ آہستہ ہی دلوں میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جو بات ممکن ہو اُسے لوگ فوراً ہی ماننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ مثلاً ساری دنیا پہاڑوں کو مانتی ہے کہ دنیا میں پہاڑ پائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہاں سے دس میل پر ایک پہاڑ نکل آیا ہے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ تمام لوگ اس بات کے سنتے ہی مان جائیں گے؟ نہیں بلکہ پہلے اُس کو دیکھنے کی کوشش کریں گے۔ پہلے اس کو ایک دو آدمی دیکھنے کے لئے جائیں گے پھر پانچ دس دیکھنے کے لئے جائیں گے، پھر پندرہ بیس دیکھنے کے لئے جائیں گے اور جب یہ لوگ آکر بیان کریں گے کہ واقع میں فلاں جگہ پہاڑ ہے تو پھر آہستہ آہستہ وہ لوگ بھی جنہوں نے پہاڑ نہیں دیکھا ہوگا مان جائیں گے۔

ہم میں سے ہر ایک نے لندن نہیں دیکھا، ہم میں سے ہر ایک نے یورپ نہیں دیکھا، ہم

میں سے ہر ایک نے عرب نہیں دیکھا، ہم میں سے ہر ایک نے مکہ نہیں دیکھا، ہم میں سے ہر ایک نے حج نہیں کیا لیکن ہر مسلمان حج اور مکہ کا قائل ہے۔ اوراب ہر انسان یورپ کا قائل ہے۔ لیکن ابتدا میں ہر شخص یورپ کا قائل نہ تھا۔ بلکہ پہلے پہلے جب یورپین علاقوں کے لوگ مشرقی ممالک میں آئے تو لوگوں نے اُن کو پریاں اور دیو سمجھا۔ اور ان علاقوں کو پرستان 1 سمجھا۔ یہ لوگ ٹھنڈے ملکوں کے رہنے والے تھے اور ٹھنڈے ملکوں کے لوگ عام طور پر مضبوط، قدآور اور سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ اس لئے ایشیا کی نچلی بستیوں کے لوگوں نے اُن کو پریاں اور دیو خیال کیا۔ ایران اور عراق کے لوگ چونکہ ان کے ملکوں سے آنے جانے کے راستے نہ جانتے تھے اس لئے ان لوگوں کے متعلق وہ یہی سمجھتے کہ یہ کہیں غائب ہو جاتے ہیں۔ اور یورپ کی سفید رنگ کی عورتیں جب ان کے ملک میں آتی تھیں تو عراق اور ایران والے انہیں پریاں تصور کرتے تھے۔ چونکہ انہیں ان کے علاقوں کا علم نہ تھا اس لئے وہ جرمنی والوں، فرانس والوں، اور روس کے لوگوں کا نام پریاں اور دیو رکھتے تھے۔ جب ان علاقوں کا لوگوں کو علم ہو گیا تو ان دیوؤں میں سے کچھ انگریز بن گئے، کچھ فرانسیسی بن گئے، کچھ جرمن بن گئے، کچھ روسی بن گئے۔ جب تک ان علاقوں کا علم نہ تھا اُس وقت تک ان کا قائل کرنا مشکل تھا۔ پس غیر مانوس باتیں آہستہ آہستہ ہی ذہنوں میں داخل ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جو لوگ قادیان کے اردگرد رہتے ہیں اُن کو ہماری باتوں کے متعلق پورے طور پر علم ہو چکا ہے۔ ہم سے باہر رہنے والے تو الگ رہے کئی لوگ باوجود ہمارے درمیان رہنے کے پھر بھی ہماری باتوں کے متعلق بہت کم علم رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے محلوں میں رہتے ہوئے ایسی ایسی باتیں سوچتے ہیں کہ حیرت آتی ہے۔

ایک عورت ہمارے گھروں میں ملازمہ تھی۔ اُس کے لڑکے کا نام لیکھڑ تھا۔ وہ پہلے احمدی نہ تھا آخری عمر میں احمدی ہو گیا تھا۔ وہ لنگر خانہ میں کام کیا کرتا تھا۔ وہ عورت مختلف احمدی گھروں میں کام کرتی رہی مگر زیادہ تر حضرت خلیفہ اول کے گھر میں کام کرتی تھی۔ حضرت خلیفہ اول کے گھر میں ایک یتیم لڑکی تھی جس کا نام احمدہ تھا۔ اُس عورت نے یہ سوچا کہ میں اپنے لڑکے کے لئے حضرت خلیفہ اوّل سے اس لڑکی کا رشتہ مانگوں۔ چنانچہ ایک دن کام کاج سے فارغ ہو کر وہ حضرت خلیفہ اول کے پاس آکر بیٹھ گئی اور کہنے لگی کہ میں اِتنی مدت سے آپ کے پاس کام کر رہی

ہوں اور میرا لڑکا بھی آپ کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔مَیں یہ چاہتی ہوں کہ میرے لڑکے کی اس لڑکی سے شادی ہو جائے۔حضرت خلیفۃ اوّل نے فرمایا کہ لڑکی تو احمدی ہے۔مطلب یہ کہ احمدی لڑکی کا غیر احمدی لڑکے سے بیاہ نہیں ہوسکتا۔وہ عورت بیس سال سے احمدیوں کے گھروں میں کام کرتی آ رہی تھی۔لیکن اُسے یہ بھی علم نہ تھا کہ احمدی کسے کہتے ہیں اور غیر احمدی کسے کہتے ہیں۔حضرت خلیفہ اول کا جواب سن کر کہنے لگی۔''ایہہ کیہڑی گل اے تے مُنڈا اوی احمدا ہو جائے گا۔''یعنی یہ کونسی ایسی بڑی بات ہے لڑکا بھی احمدا بن جائے گا۔اُس نے خیال کیا کہ شاید حضرت خلیفہ اول کولیکڑ نام پسند نہیں۔اِس لئے اُس نے کہا اگر لیکڑ نام اچھا نہیں تو لڑکے کا نام بھی احمدا رکھ لیں گے۔اب دیکھو! وہ بیس سال سے احمدیوں کے درمیان رہتی آ رہی تھی لیکن اُسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ احمدی اور غیر احمدی کسے کہتے ہیں۔

اِسی طرح ایک خادمہ ہمارے ہاں کام کرتی تھی۔ایک دن کسی نے بتایا کہ وہ کہتی ہے کہ احمدی نمازیں نہیں پڑھتے۔مَیں نے کہا کہ اُسے نظر نہیں آتا ہمارے گھر میں روزانہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔تو مجھے بتایا گیا کہ اس کا خیال ہے کہ یہ نمازیں مجھے دکھانے کے لئے پڑھی جاتی ہیں۔ورنہ اصل میں احمدی لوگ نمازیں نہیں پڑھتے۔گویا ہمارے گھر کے تمام افراد اس ایک خادمہ کو دکھانے کے لئے نمازیں پڑھتے تھے۔وہ عورت کوئی مولوی نہ تھی نہ ہی اُسے کوئی دینی علم تھا بلکہ سُنی سنائی باتوں کی وجہ سے اس کے دل میں ایک مخالف جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔اِسی طرح قادیان کے اردگرد کے لوگوں کے متعلق یہ سمجھنا کہ چونکہ وہ ہمارے قریب رہتے ہیں اِس لئے وہ ہماری باتوں کو سمجھتے ہوں گے یہ صحیح نہیں۔بلکہ ان کے قریب ہونے کی وجہ سے ان کے لئے دوسروں کی نسبت زیادہ مشکلات ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ جو چیز روزانہ انسان کے سامنے آتی رہے اُس کے متعلق انسان کو جستجو نہیں رہتی۔کئی دفعہ لوگ جب مجھے ملنے کے لئے آتے ہیں تو ساتھ اپنے بچوں کو بھی لاتے ہیں۔اور کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ مَیں نے بچے کو دیکھ کر کہا یہ تو بھینگا ہے اور ماں باپ جن کے پاس وہ دن رات رہتا ہے اُن کو بھی میرے کہنے کی وجہ سے توجہ پیدا ہوئی ہے۔اور انہوں نے کہا کہ ہمیں پہلے کبھی یہ احساس نہیں ہوا۔اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ چونکہ بچہ ہر وقت والدین کے پاس رہتا ہے اس لئے انہیں زیادہ غور کے ساتھ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

یہ ایک مسلّم امر ہے کہ جو چیز ہر وقت انسان کے سامنے رہے اس کے متعلق جستجو کا خیال دل سے نکل جاتا ہے۔ دور کے لوگوں کے لئے احمدیت ایک اجنبی چیز ہے۔ جب احمدیت کا ذکر آتا ہے تو لوگ پوچھنا شروع کر دیتے ہیں کہ احمدی کون ہوتے ہیں؟ دوسرے کہتے ہیں کہ جنہیں لوگ مرزائی کہتے ہیں۔ پھر وہ پوچھنا شروع کر دیتے ہیں کہ مرزائی کون ہوتے ہیں؟ تو وہ لوگ کہتے ہیں جنہیں قادیانی کہتے ہیں۔ اِسی طرح ہر دفعہ جب بھی احمدیت کا ذکر ان کے سامنے آتا ہے تو ان کے دلوں میں نئے نئے سوالات پیدا ہوتے ہیں اور وہ پوچھنا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ لوگ پاس رہتے ہیں اِس لئے جب ان کے سامنے احمدی یا مرزائی کا لفظ آتا ہے تو انہیں تجسس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اور ان کے کان اس لفظ کے بار بار سننے کے عادی ہو چکے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہے کہ احمدی کون ہوتے ہیں۔ گویا باوجود نہ جاننے کے وہ جاننے کے دعویدار ہوتے ہیں اس لئے یہ لوگ دوسروں کی نسبت ہدایت سے زیادہ محروم ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی نسبت گجرات، جہلم اور گوجرانوالہ کے لوگ احمدیت کے متعلق زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں کیونکہ ان کے لئے احمدیت نئی چیز ہے۔ اس لئے ہمیں اردگرد کے علاقوں میں تبلیغ کے لئے بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ لیکن تبلیغ کسی اصول کے ماتحت ہونی چاہیے۔ کام کا موجودہ طریق کسی اصول کے ماتحت نہیں۔ اگر کام کسی اصول کے ماتحت ہوتا تو اس سے کہیں زیادہ کامیابی کے آثار ہوتے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ اتنے عرصے میں کامیابی ضروری ہے کیونکہ مَیں جانتا ہوں کہ اس میں تین چار سال لگ جائیں گے۔ لیکن کم از کم کامیابی کے آثار تو ظاہر ہونے چاہئیں۔ موجودہ صورت میں تو مجھے وہ آثار بھی نظر نہیں آتے۔ مثلاً میں زمیندار ہوں۔ مَیں نے آموں کے باغ لگوائے ہیں۔ مَیں نے اپنے باپ دادا کے لگائے ہوئے باغ دیکھے ہیں۔ مَیں یہ جانتا ہوں کہ چھ سات سال کے بعد آم کا درخت پھل لاتا ہے۔ اگر مَیں آم کا درخت لگتے ہی یہ فیصلہ کروں کہ اس نے ابھی تک پھل کیوں نہیں دیا۔ تو یہ بات درست نہیں ہوگی۔ لیکن اگر مَیں دیکھوں کہ ایک شخص مکان کی چھت پر آم کا پودا لگا رہا ہے اور مَیں جانتا ہوں کہ مکان کی چھت پر آم کا پودا پھل نہیں لائے گا تو مَیں اُسے بتا سکتا ہوں کہ مکانوں کی چھتوں پر آم کے درخت نہیں لگ سکتے اور تمہارا طریق آم لگانے کا درست نہیں۔ اِسی طرح مَیں یہ جانتا ہوں کہ اتنی جلدی

کامیابی مشکل ہے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر صحیح طور پر کام کیا جاتا تو یقیناً موجودہ حالت سے بہت بہتر نتائج متوقع ہوتے۔

پس جماعت میں احساس پیدا کرنے کے لئے مَیں نے اس طوعی تحریک کو اب ایک رنگ میں جبری کر دیا ہے۔ جہاں تک طوعی تحریک تھی اس کے نتائج اچھے نہیں نکلے۔ اِس لئے مَیں اِس کا ایک حصہ جبری طور پر چلانا چاہتا ہوں۔ اور مَیں یہ کام اپنی نگرانی میں کرانا چاہتا ہوں تاکہ اس کی صحیح طور پر داغ بیل ڈالی جاسکے۔ مَیں جماعت کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ تمام محلوں میں سے اُن کی آبادی کا دو فیصدی آدمی اپنے آپ کو پیش کریں۔ اِس وقت قادیان کی احمدی آبادی کا اندازہ بارہ اور چودہ ہزار کے درمیان ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اتنا ضرور ہوگا کیونکہ قادیان کے ووٹروں کی تعداد 7100 ہے۔ اس میں سے چار پانچ سو دوسرے لوگوں یعنی ہندوؤں سکھوں کے ووٹ ہوں گے اور باقی ساڑھے چھ ہزار احمدیوں کے ہوں گے۔ اس لحاظ سے احمدیوں کی آبادی کم از کم تیرہ چودہ ہزار کی بنتی ہے۔ دو فیصدی کا مطلب یہ ہے سو میں سے دو آدمی اور ہزار میں سے بیس آدمی اور بارہ ہزار میں سے 240 آدمی ہو جائیں گے۔ فِی الْحَال مَیں یہ کام پریذیڈنٹوں اور تعلیمی اداروں کے سپرد کرتا ہوں۔ ہم ان سے دو فیصدی کے حساب سے آدمی لے لیں گے۔ خواہ وہ یہ تعداد تحریک کر کے حاصل کریں یا جبری طور پر نام لکھ لیں۔ اگر لوگ اپنے آپ کو خود پیش کریں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا اور زیادہ ثواب کا موجب ہوگا۔ پس یہ تحریک ایک لحاظ سے طوعی بھی ہے اور ایک لحاظ سے جبری بھی۔ تعلیمی ادارے یعنی مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ، ہائی سکول اور کالج ان چاروں انسٹی ٹیوشنز (Institutions) کے پرنسپل اور ہیڈ ماسٹر اپنی اپنی آبادی کے مطابق دو فیصدی آدمی پیش کریں۔ اِسی طرح صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید بھی اپنے آدمیوں میں سے دو فیصدی پیش کرے۔ ہم ان لوگوں سے ایک ایک ماہ کام لیں گے۔ اور جس مہینہ چاہیں گے کسی آدمی سے کام لے لیں گے اور جہاں چاہیں گے کسی کو مقرر کریں گے۔ اس میں کسی کو بولنے کا اختیار نہ ہوگا۔ ہم نے پہلے دوستوں کو یہ اجازت دی تھی کہ جو مہینہ آپ اپنے لئے پسند کریں اُس میں کام کریں۔ لیکن ہمیں اِس کا بہت تلخ تجربہ ہوا ہے۔ جب ہمارا آدمی جاتا کہ آپ اِس ماہ میں فلاں جگہ تبلیغ کے لئے جائیں تو وہ کہہ دیتے کہ اس مہینہ

میں نہیں اگلے مہینہ میں جائیں گے۔ جب اگلے مہینہ میں جانے کے لئے کہتے تو وہ کہتے کہ اِس ماہ میں ہمیں کچھ کام ہے اگلے ماہ میں ضرور چلے جائیں گے۔ ہم نے اکتوبر سے یہ تحریک شروع کی تھی۔ جب ہم نے اکتوبر میں جانے کے لئے کہا تو نومبر کا وعدہ کیا گیا اور جب نومبر میں جانے کے لئے کہا تو دسمبر میں جانے کا وعدہ کیا۔ جب دسمبر میں جانے کے لئے کہا تو جواب دیا گیا کہ اِس وقت کچھ ضروری کام ہیں اگلے مہینہ میں دیکھا جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ اِسی طرح باقی مہینے بھی گزر جائیں گے۔

ان لوگوں کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو دل سے بزدل تھا لیکن اپنے آپ کو بہادر ظاہر کرنے کے لئے اسے شیر گُدوانے کا شوق آیا۔ اُس زمانہ میں نائی جراحی وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ وہ نائی کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ سرمے سے میرے کندھے پر شیر گود دو۔ نائی اُس کا کندھا ننگا کر کے اُس پر شیر گودنے لگا۔ وہ تھا اصل میں بزدل لیکن اپنے آپ کو بہادر ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ نائی نے جب کندھے پر سُوئی ماری تو اُس کے منہ سے اُف نکل گئی اور نائی سے پوچھنے لگا کہ کیا گودنے لگے ہو؟ اُس نے کہا شیر کا دایاں کان گودنے لگا ہوں۔ اِس پر اُس نے نائی سے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ اگر شیر کا دایاں کان کٹا ہوا ہو تو پھر بھی شیر، شیر رہتا ہے یا نہیں؟ نائی نے کہا ہاں شیر تو پھر بھی رہتا ہے۔ اُس نے کہا اچھا دایاں کان چھوڑ دو اور آگے چلو۔ نائی نے پھر سُوئی ماری۔ پھر اُسے تکلیف ہوئی۔ اُس نے پھر پوچھا اچھا اب کیا گودنے لگے ہو؟ نائی نے کہا اب بایاں کان گودنے لگا ہوں۔ اس پر وہ بولا۔ اچھا اگر شیر کے دونوں کان کٹے ہوئے ہوں تو پھر بھی شیر، شیر رہتا ہے یا نہیں؟ نائی نے کہا ہاں شیر تو پھر بھی رہتا ہے۔ اِس پر وہ بولا اچھا اسے بھی چھوڑ دو اور آگے چلو۔ نائی نے پھر تیسری دفعہ سُوئی ماری۔ پھر اُس کی چیخ نکل گئی۔ پھر نائی سے پوچھنے لگا اب کیا گودنے لگے ہو؟ اُس نے کہا اب شیر کا دایاں پیر گودنے لگا ہوں۔ اِس پر اُس نے کہا اچھا اگر شیر کا دایاں پیر کٹا ہوا ہو تو پھر بھی شیر رہتا ہے یا نہیں؟ نائی نے کہا ہاں شیر تو پھر بھی رہتا ہے۔ اِس پر اُس نے کہا اچھا اسے بھی چھوڑ دو آگے چلو۔ وہ اِسی طرح کرتا چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد نائی نے سُوئی رکھ دی اور الگ ہو کر بیٹھ گیا۔ اس شخص نے نائی سے پوچھا کہ کام چھوڑ کر بیٹھ کیوں گئے؟ نائی نے کہا ایک ایک چیز کے بغیر تو شیر باقی رہ جاتا تھا مگر اب شیر کا کچھ بھی باقی نہیں

رہا اس لئے میرا کام کرنا بے فائدہ ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے وہ وعدہ تو کرتے ہیں لیکن ہر ماہ کہہ دیتے ہیں کہ اچھا اس ماہ میں تو مَیں فلاں کام کی وجہ سے نہیں جا سکتا اور اگلے ماہ چلا جاؤں گا۔

مجھے ایسے لوگوں کے متعلق ایک اَور مثال یاد آ گئی۔ کہتے ہیں کسی پٹھان نے کچھ خربوزے خریدے۔ افغانستان کے خربوزے تو بہت میٹھے ہوتے ہیں اور ہندوستان کے خربوزے اتنے میٹھے نہیں ہوتے۔ خریدنے کے بعد اُس نے کچھ خربوزے تو کھا لئے اور باقی پر غصہ کی وجہ سے پیشاب کر کے چلا گیا کہ یہ ایسا گندہ خربوزہ ہے کہ اس پر پیشاب کرنا چاہئیے۔ ان پر پیشاب کرنے کے بعد اپنے کام میں لگ گیا۔ کام کرنے کی وجہ سے ورزش ہوئی اور پہلا کھایا ہوا ہضم ہو گیا اور وہ کسّی چھوڑ کر خربوزوں کی طرف آیا اور ایک دو چکّر کاٹ کر پھر واپس جا کر کام کرنے لگا کہ جن خربوزوں پر مَیں نے پیشاب کیا ہے اُن کو کیسے کھاؤں۔ کچھ دیر کسّی چلانے کے بعد پھر شدید بھوک لگی۔ آخر کسّی رکھ کر خربوزوں کی طرف آیا اور ایک خربوزہ جو ایک طرف پڑا ہوا تھا اُسے اٹھا لیا اور کہا کہ اِس کے متعلق تو مجھے یقین ہے کہ اِس پر پیشاب نہیں پڑا اُسے چیر پھاڑ کر کھا لیا اور پھر کام میں لگ گیا۔ کچھ دیر کے بعد پھر سخت بھوک لگی پھر خربوزوں کے اردگرد چکر کاٹا اور پھر ایک خربوزہ اٹھا لیا کہ اِس پر تو یقیناً پیشاب نہیں پڑا اور اُسے بھی کھا لیا۔ اِسی طرح ہر دفعہ جب اُسے بھوک لگتی تو ایک خربوزہ اٹھا لیتا اور کھا لیتا۔ آخر ایک ہی خربوزہ رہ گیا۔ جب ایک رہ گیا تو کہنے لگا کہ خربوزوں پر پیشاب تو کیا تھا آخر کسی نہ کسی پر تو ضرور پڑا ہو گا۔ اب اسے کیسے کھا لوں۔ پھر خود ہی کہنے لگا۔ خو! ہم بھی کتنا بے وقوف ہے جس پر ہم نے پیشاب کیا تھا وہ تو ہم نے کھا لیا ہے اور جس پر نہیں کیا وہ چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ اُسے بھی اٹھا کر کھا لیا۔ یہی حال ایسے لوگوں کا ہے۔ نومبر کا مہینہ آیا تو کہہ دیا ہم دسمبر میں جائیں گے۔ دسمبر کا مہینہ آیا تو کہہ دیا جی ابھی نہیں جنوری میں جائیں گے۔ جب جنوری کا مہینہ آیا تو کہہ دیا جی نہیں ہم فروری میں جائیں گے۔ فروری کا مہینہ آئے گا تو کہہ دیں گے جی نہیں ہم مارچ میں جائیں گے۔ مارچ کا مہینہ آئے گا تو کہہ دیں گے۔ ہم اپریل میں جائیں گے۔ اپریل کا مہینہ آئیگا تو کہہ دیں گے ہم مئی میں جائیں گے۔ مئی کا مہینہ آئے گا تو کہہ دیں گے ہم جون میں جائیں گے۔ جون کا مہینہ آئے گا تو کہہ دیں گے ہم جولائی میں جائیں گے۔ جولائی کا مہینہ آئے گا تو کہہ دیں گے ہم اگست میں جائیں گے۔

اگست کا مہینہ آئے گا تو کہہ دیں گے ہم ستمبر میں جائیں گے۔ ستمبر کا مہینہ آئے گا تو کہہ دیں گے ہم اکتوبر میں جائیں گے اور جب اکتوبر کا مہینہ آئے گا تو کہہ دیں گے کہ حضرت ہم نے جس مہینہ میں جانا تھا وہ تو غلطی سے گزر چکا ہے اب اس مہینہ میں تو ہم جانہیں سکتے۔ بھلا یہ بھی کوئی انصاف اور تقویٰ کی بات ہے کہ جو کام تم نے کرنا ہے تم اُسے کیوں نہیں کرتے۔ جو مصیبتیں تمہارے لئے ہیں وہ بہر حال تمہیں برداشت کرنی ہونگی۔ تمہارا یہ روز کا وعدے کرنا تو دین کے ساتھ ایک تمسخر ہے۔ پس اب مہینے وغیرہ کی شرط کوئی نہیں ہوگی۔ بلکہ یہ ہمارا کام ہوگا کہ دیکھیں کہ ہم کس ماہ میں کس سے کام لینا چاہتے ہیں۔ جس ماہ میں ہم چاہیں گے کسی کو بھیج دیں گے۔ ملکانہ کے علاقہ میں تبلیغ کرنے کے لئے ہم دوستوں کو اطلاع دے دیتے تھے کہ آپ فلاں مہینہ میں ملکانہ پہنچ جائیں اور دوست وقت مقررہ پر اپنی جگہ پر پہنچ جاتے تھے۔ خدا کے فضل سے جماعت نے ارتدادِ ملکانہ کے زمانہ میں ایسا شاندار کام کیا کہ آج اِس بات کو بائیس سال گزر چکے ہیں لیکن آج تک جماعت کے اس کام کی غیروں میں دھوم پائی جاتی ہے۔ اور یوپی اور پنجاب کے ایسے آدمی جو اس تبلیغ کے علاقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں اکثر یہ کہتے رہتے ہیں کہ ملکانہ میں جماعت احمدیہ نے کمال کر دیا تھا۔

پس یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ قربانی ہی دلوں میں اثر کرتی ہے اور قربانی ہی دلوں کو صداقت کی طرف کھینچتی ہے۔ مَیں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سردست محلّہ وار فہرستیں تیار ہوں اور محلوں کے پریذیڈنٹ خود ہی آبادی کا اندازہ کر لیں کہ کتنی آبادی ہے۔ اور ہر ایک محلّہ کا پریذیڈنٹ اِس بات کا اپنی فہرست میں ذکر کرے کہ ہمارے محلّہ میں اتنی آبادی ہے۔ اُس کے لحاظ سے ہم نے اتنے آدمی پیش کئے ہیں اور ان کے نام یہ ہیں۔ جو لوگ انکار کریں اُن کے متعلق بھی ہمیں اطلاع دی جائے۔ ہم بہر حال سو میں سے دو آدمی لیں گے۔ محلّہ کے پریذیڈنٹ خواہ تحریک کر کے یہ تعداد پوری کریں اور خواہ جبری طور پر یہ تعداد پوری کریں، جب یہ فہرستیں مکمل ہو کر میرے پاس آجائیں گی مَیں ان سے کام لینے کے لئے ایک آدمی مقرر کروں گا جو ان لوگوں سے میری ہدایات کے مطابق کام لے گا۔ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ علاقہ میں تبلیغ کی ایسے طور پر داغ بیل ڈالی جائے کہ ہماری یہ سکیم جلدی سے جلدی اچھے نتائج پیدا کر سکے۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ ایک

دفعہ ہر ایک گاؤں میں احمدیت کا بیج بو دیا جائے۔ جب ہر ایک گاؤں میں دو دو چار چار احمدی ہو جائیں گے تو پھر تبلیغ کی ایک رَو چل پڑے گی۔ جہاں تک رَو پیدا کرنے کا سوال ہے وہ آہستہ آہستہ ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور جب رَو چل پڑے تو پھر وہ لوگ اپنے لئے تبلیغ کا خود رستہ بنا لیتے ہیں۔ اور لوگ اُس رَو کو قبول کرنا شروع کر دیتے ہیں اور وہ زیادہ طاقتور ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ رَو رُک جاتی ہے۔ کیونکہ پھر کان ان باتوں کو سننے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ پھر کوئی اَور طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ جیسے برسات کے بعد سردی۔ سردی کے بعد بہار۔ بہار کے بعد گرمی۔ جس طرح موسم بدلتے رہتے ہیں اِسی طرح تبلیغ کے ذرائع بھی مختلف اوقات میں بدلتے رہتے ہیں حالات کے مطابق کام کرنا پڑتا ہے۔ بعض جگہ مبلغ رکھنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ بعض جگہ مدارس کھولنا زیادہ مفید ہوتا ہے اور بعض جگہ لٹریچر تقسیم کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے اور بعض جگہ لیکچر دینا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ مختلف طبائع مختلف ذرائع سے اثر قبول کرتی ہیں۔ ایک ہی طریقہ پر کام کرنے سے انسان کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پس مَیں امید کرتا ہوں کہ اگلے جمعہ سے پہلے پہلے تمام محلوں کے پریذیڈنٹ میرے پاس فہرستیں بھجوا دیں گے۔ آبادی میں مرد عورتیں، لڑکے، لڑکیاں سب شامل ہوں گی۔ سَو سے مراد میری صرف سَو مرد نہیں بلکہ سب مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں ملا کر سَو کی تعداد مراد ہے۔ گویا سَو میں سے اگر چالیس عورتیں سمجھ لی جائیں اور پچیس لڑکے سمجھ لئے جائیں کیونکہ ہمارے یہاں لڑکوں کی تعداد زیادہ ہے۔ بہت سے طالب علم باہر سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ تو باقی پینتیس مرد رہ گئے۔ گویا اِس لحاظ سے مَیں نے مردوں میں سے پانچ چھ فیصدی کے درمیان آدمی طلب کئے ہیں۔ جب ان لوگوں کی فہرستیں ہمارے پاس پہنچ جائیں گی تو ہم ان سے ایسے طور پر کام لیں گے کہ ہماری تبلیغ زیادہ بہتر نتائج پیدا کر سکے۔ جب اللہ تعالیٰ ہمیں اِس سکیم میں یہاں کامیاب کر دے گا تو پھر بیرونی علاقوں میں بھی یہ طریق رائج کرنے کی کوشش کی جائیگی۔"

(الفضل 24 جنوری 1947ء)

1: پرستان: پریوں کے رہنے کی جگہ، پریوں کا ملک